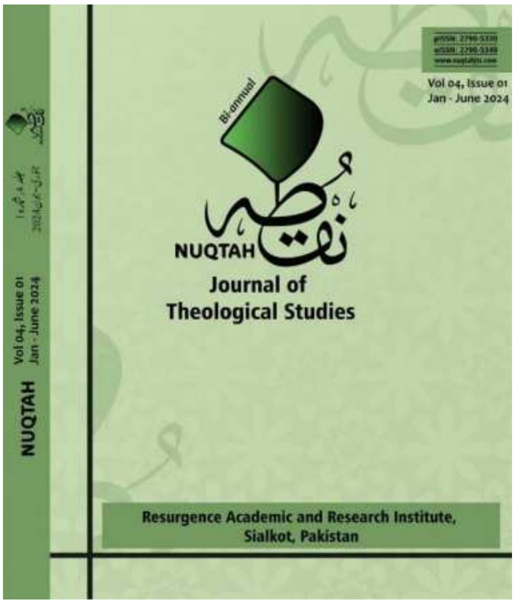

NUQTAH Journal of Theological Studies

Editor: Dr. Shumaila Majeed
(Bi-Annual)
Languages: Urdu, Arabic and English
pISSN: 2790-5330 eISSN: 2790-5349
https://nuqtahjts.com/index.php/njts

Published By:
Resurgence Academic and Research Institute, Sialkot (51310), Pakistan.
Email: editor@nuqtahjts.com

فلاحی ریاست پر تنقیدات-اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

Critiques on the Welfare State An Analytical Study in the Light of Islamic Teachings

Hafiza Qudsia Ejaz
Assistant Professor, Islamic Studies
Govt Graduate College, Township, Lahore, Pakistan
Email: hafizaqudsiaejaz@gmail.com

Dr. Sadia Gulzar
Assistant Professor, Institute of Islamic Studies
University of the Punjab, Lahore, Pakistan
Email: sadia.is@pu.edu.pk

Published online: 30 June 2025

View this issue

OPEN ACCESS
CC BY

Complete Guidelines and Publication details can be found at:
https://nuqtahjts.com/index.php/njts/publication-ethics

فلاحی ریاست پر تنقیدات "اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ"

Critiques on the Welfare State
An Analytical Study in the Light of Islamic Teachings

ABSTRACT

The welfare state faces several criticisms, such as increasing taxes on the business class to manage and administer welfare work, increasing economic inequality, failure to eradicate poverty, increasing divorce rates, unemployment, the growing number of elderly people, and the burden of pensions on welfare states etc. On the contrary, the welfare state system of Islam is balanced. The economic rights of all Muslim and non-Muslim citizens living in the state are protected. Islam emphases the circulation of wealth, which does not give rise to economic inequality and the distribution of wealth remains fair. Along with economic rights, the rights of all individuals in society, especially spouses, have also been determined so that family life remains peaceful. The purpose of writing this paper is to present a review of the criticisms of the welfare state in the light of Islamic teachings. Also, to highlight the importance of the welfare state in the modern era. The research method adopted is narrative and analytical.

Keywords: Welfare State, Poverty, Economic Inequality, Elder People, Pension, Islam

فلاحی ریاست پر تنقیدات اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

Critiques on the Welfare State
An Analytical Study in the Light of Islamic Teachings

Hafiza Qudsia Ejaz
Assistant Professor: Islamic Studies
Govt. Graduate College, Township, Lahore, Pakistan
Email: hafizaqudsiaejaz@gmail.com

Dr. Sadia Gulzar
Assistant Professor, Institute of Islamic Studies
University of the Punjab, Lahore, Pakistan
Email: sadia.is@pu.edu.pk

Abstract
The welfare state faces several criticisms, such as increasing taxes on the business class to manage and administer welfare work, increasing economic inequality, failure to eradicate poverty, increasing divorce rates, unemployment, the growing number of elderly people, and the burden of pensions on welfare states etc. On the contrary, the welfare state system of Islam is balanced. The economic rights of all Muslim and non-Muslim citizens living in the state are protected. Islam emphases the circulation of wealth, which does not give rise to economic inequality and the distribution of wealth remains fair. Along with economic rights, the rights of all individuals in society, especially spouses, have also been determined so that family life remains peaceful. The purpose of writing this paper is to present a review of the criticisms of the welfare state in the light of Islamic teachings. Also, to highlight the importance of the welfare state in the modern era. The research method adopted is narrative and analytical.

Keywords: Welfare State, Poverty, Economic Inequality, Elder People, Pension, Islam

اسلام فلاحی ریاست کا جامع اور متوازن نظام دیتا ہے جس کی بنیاد انسانی مادی نظریات کی بجائے براہ راست وحی الہی پر رکھی گئی ہے۔ عوام کی مادی ضروریات کے علاوہ اخلاقی اور روحانی اصلاح کو بھی اہمیت دی جاتی ہے۔ اللہ کی قائم کردہ حدود۔ حلال و حرام کو قائم کیا جاتا ہے تاکہ افراد دنیا کے ساتھ اُخروی زندگی میں بھی کامیاب ہو سکیں۔ نبی رحمت ﷺ نے جس ریاست کی بنیاد رکھی اس میں بنیادی محاصل زکوٰۃ رہا جو کہ امراء سے لے کر غرباء میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس سے دولتگردش میں رہتی ہے اور پسماندہ طبقہ کی ضروریات پوری ہوتی رہتی ہیں ۔ اسلامی فلاحی ریاست میں بزرگ شہری اور معاشرہ کے پسماندہ طبقہ کی ضروریات کا خیال رکھنا حکمران کی ذمہ داری ہے۔ اس کی اہم مثال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور حکومت ہے۔ دونوں خلفاء کے فلاحی ریاست کے اقدامات معیشت کی خوشحالی کا سبب بنے۔ جس میں غربت کی بجائے عوام خوشحال رہی اور حکومتی معاشی پالیسی کے ثمر سے مستفید ہوئی۔

تصور فلاحی ریاست معاصر سیاست کا ایک تسلیم شدہ نظریہ ہے۔ ریاست کی کامیابی اور ناکامی کا معیار اور دارومدار اس کے قانونی اور عملی اقدامات ہیں۔ مغرب میں فلاحی ریاست کا تصور سولھویں اور سترھویں صدی میں عوامی سہولتوں کی فراہمی کی شکل میں سامنے آیا۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے بعد اس تصور کو دوام حاصل ہوا۔ فلاحی ریاست کے کاموں کے آغاز میں صحت کی دیکھ بھال اور بوڑھوں کی پنشن کو شامل کیا گیا تھا۔ تاہم بعد میں فلاحی اہداف میں تعلیم اور روزگار کو بھی ٹیکس اور اداروں کو منظم کرنے کے ذریعہ سے حاصل کرنے کی کوششیں کی جاتی رہیں۔ یہ ایسی بحث ہے جس میں تاریخی اور سیاسی وجوہات کی بناء مختلف تنقیدات موجود ہیں۔ جس کی وجوہات میں وقت اور مقام کی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ فلاحی ریاست کے روایتی نظریات پر سست اقتصادی ترقی، بے روزگاری، عائلی عدم استحکام، فلاحی مسائل کا بے تحاشا بڑھنا اور فلاحی کاموں کا بوجھ ہے۔

فلاحی ریاست میں سیاست اور انتظامیہ منظم شکل میں کام کرتی ہیں۔ مارکیٹ کے کردار کو تین نظاموں میں تبدیل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

- افراد اور خاندانوں کے معاشرتی ہنگامی معاملات (بیماری، بڑھاپا اور بے روزگاری سے نمٹنے کے قابل بنانا جو کہ انفرادی اور خاندانی بحران کا باعث بنتے ہیں۔)
- افراد اور خاندانوں کو مارکیٹ کی بجائے آمدنی اور جائیداد کی ضمانت مہیا کرنا۔
- اس بات کو یقینی بنانا کہ تمام شہریوں کو مخصوص طے شدہ کچھ سماجی خدمات بہتر طریقے سے پیش کی جائیں گئیں۔[1]

سوشل ڈیموکریٹس اور ترقی پسندوں نے فلاحی ریاست کو جدیدیت، مساوات اور ترقی کی علامت سمجھا ہے جبکہ بہت سے مغربی مفکرین کے مطابق یورپی فلاحی ریاستوں کا سماجی، سیاسی اور اقتصادی مستقبل بحران کا شکار ہے۔ 1981ء میں توانائی بحران کے بعد اقتصادی تعاون اور ترقی کی تنظیم (OECD)(Organization for Economic Co-operation and Development) نے اعلان کیا فلاحی ریاست بحران کا شکار ہے۔ اسے واضح طور پر روزگار میں کمی کی صورت میں دیکھا جاسکتا ہے۔ مغربی فلاحی ریاست اپنے اندرونی زوال اور مشرقی ایشیاء کے عروج کی وجہ سے کشمکش کا شکار ہے۔ اسلیے چند محققین فلاحی ریاست کو ناکام ریاست کے طور پر دیکھتے ہیں۔ Galap) World Poll (GWP)) کے مطابق 104 ممالک کے نمونے ایسے ہیں جہاں فلاحی ریاست کی پالیسیوں کو فراخدلی سے اپنایا گیا ہے۔ یہ جی ڈی پی کا 96٪ سماجی اخراجات پر خرچ کرتے ہیں۔ سماجی پالیسی کی پیائش کا ایک طریقہ International Labour) Organization) کے ڈیٹا کا استعمال کرتے ہوئے کیا جاتا ہے۔ ان کے مطابق 162 ممالک میں یہ ڈیٹا پھیل گیا ہے۔ جس کے مطابق یہ چیلنج ہے کہ سماجی تحفظ، بے روزگار افراد اور بزرگ افراد میں اضافہ ہو گیا ہے۔[2]

دوسری جنگ عظیم کے بعد فلاحی ریاست کے قیام کا مقصد انسانی فلاح و بہبود میں ترجیحی بنیادوں پر اضافہ کرنا ہے۔ تاہم انہیں بہت سے مسائل کا سامنا ہے۔ Anton c. Zijdesveld کا مؤقف ہے کہ مغربی یورپ میں فلاحی ریاست کا زوال ہے۔ معاشرتی فلاح اور قوموں کی ثقافت اس کے دائرہ کار سے باہر ہے۔ موجودہ ریاستوں کے حجم اور اس کے اثرات کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ 90-1980ء میں فلاحی ریاستوں کو اقتصادی، سیاسی اور اخلاقی لحاظ سے یکسر تبدیل ہونا پڑا ہے۔ فلاحی ریاست بذات خود انسانی اعمال اور تعاملات کا ایک پیچیدہ مجموعہ

ہونے کی وجہ سے اس میں اعداد وشمار اور حقائق کو من مانی کے طور پر منتخب کیا جاتا ہے۔ فلاحی ریاستوں کی ثقافتی اور اخلاقی جہتیں موجود ہیں جبکہ اس کے زیادہ تر تجزیے سیاسی اور اقتصادی ہیں۔ اس میں بھی محدود حد تک احاطہ کیا جا سکتا ہے۔ [3]

فلاح و بہبود کے پیمائش کے پیمانے میں بہت سے مسائل موجود ہیں۔Sunarti کے مطابق:

- آبادی میں اضافے کی تعداد اور شرح نقل مکانی اور ان کو دیئے گئے وسائل۔
- صحت کی سہولیات، صحت عامہ کی سطح کا جائزہ اور نوزائیدہ بچوں کی اموات، عمر اور بیماری کی شرح کے مسائل۔
- روزگار کے مواقع، اقسام و حیثیت میں مطابقت موجود نہیں ہے۔
- رہائش اور ماحولیاتی سہولیات میں بہت سے مسائل موجود ہیں۔ [4]

فلاحی ریاست کی ناکامی کی وجوہات میں سے ایک یورپ میں موجود ثقافتی اور نسلی تنوع ہے جو کہ فلاحی ریاست کی عمارت کیلئے خطرہ ہے۔ عالمگیر اور منتخب پروگرامز میں فرق موجود ہے۔ فلاحی ریاست کے اقدامات میں تضاد پر Daniel Shapiro تنقیدی تجزیہ پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ جو حکومت عوامی سطح پر امداد اور انشورنس فراہم کرتی ہے وہ ایک سول سوسائٹی میں نجی رضاکار ایجنسیوں، نجی امداد کی کیوں حمایت نہیں کرتی۔ [5] فلاحی حکومتوں کے رفاہی کاموں میں تضاد موجود ہے۔ ان کی اہمیت استحقاق اور تقسیم میں فرق موجود ہے۔ Jorgan Goal لکھتے ہیں کہ یونیورسل ویلفیئر اسٹیٹس کا آغاز کچھ بہت اچھا نہیں تھا۔ فنانسنگ کی بجائے اس کا طریقہ شراکت تھا۔ ڈنمارک میں بوڑھے افراد کی سکیم اسسے متاثر ہوئی ہے۔ مصنف مزید لکھتا ہے کہ فلاحی حکومتوں میں سماجی حقوق کے معیارات مختلف ہیں جیسا کہ کارپوریٹ شراکت کی پالیسی ہے، یعنی اگر کسی کے پاس کچھ نہیں تو کچھ نہیں ملے گا اور اگر کسی کے پاس فراوانی ہے تو اسے اور دیا جائے گا۔ جبکہ فلاحی ریاستوں میں ایسا اصول ہے کہ امیروں سے لو اور غریبوں کو دو جبکہ نظریاتی اصول تو یہ ہے کہ ہر کوئی اپنا انتظام خود کرے۔ یہی دوہرا معیار ہے جس میں اختلاف موجود ہے۔ آفاقی نظاموں میں بنیادی معیار شہریت (رہائش اختیار کرنا) ہے جبکہ بے روزگاری، بیماری اور ہاؤسنگ پالیسی میں بہت سے مسائل حائل ہیں۔ [6]

یہ ماڈل زیادہ تر ترقی یافتہ سرمایہ دارانہ جمہوریتوں میں پایا جاتا ہے۔Hansjorg Schmid لکھتا ہے کہ یورپی فلاحی ریاستیں قومی ترقی کے لحاظ سے غیر متزلزل رہی ہیں۔ ان میں ثقافتی، سیاسی اور ادارہ جاتی عوامل ہیں۔ یہودیوں کے فلاحی کاموں کو 1926ء میں شامل کیا گیا ہے۔ انہوں نے فلاح و بہبود پر توجہ دی ہے۔ [7]

فلاحی ریاست پر ایک تنقید فلاح عامہ کے لیے ٹیکسوں میں اضافہ بیان کیا جاتا ہے۔ 1940ء میں صحت کی دیکھ بھال اور پنشن کے مسائل پر حکومتی حمایت کو بہترین خیال کیا جاتا تھا لیکن ڈنمارک میں زیادہ ٹیکس لگانے پر اس کے خلاف ردعمل ظاہر ہوا۔ 1970ء کی دہائی کے آخر تک مصنفین فلاحی ریاست کے مستقبل اور اس کی عوامی فلاح کے لیے حمایت پر متفق تھے، لیکن یورپی فلاحی ریاستیں کو درج ذیل تحدیات کا سامنا ہے۔

- عمر رسیدگی (بڑھاپے کے مسائل)
- مہارتوں میں تکنیکی تبدیلیوں کے طریقہ کار
- عالمگیریت (بڑھتے ہوئے ہجرت اور کام کرنے کے مسائل)
- پنشنز اور تعلیمی اخراجات کا دباؤ۔
- خواتین اور کم ہنر مند افراد کی فعالیت پر ٹیکس اور آمدنی کے درمیان تفاوت کا اثر۔
- تعلیم اور مہارت کا حصول (سرمایہ کاری کی کمی ایک وجہ)
- عوامی اخراجات میں اضافہ۔ (ریٹائرمنٹ کی عمر پر غور کی ضرورت) [8]

فلاحی ریاست پر تنقید کرتے ہوئے John Clark لکھتے ہیں کے فلاح و بہبود کے نظام اور فلاحی ریاست کی ادارہ سازی پر بہت سے سوالات موجود ہیں۔ فلاحی ریاست کیا ہوتی ہے؟ فلاحی ریاست کا خاتمہ کب ہوا؟ خاتمہ پر کیا ردعمل تھا؟ نیز یہ کہ فلاح و بہبود کے انتظامات واخراجات اس کے وسائل سے زیادہ ہیں۔ فلاحی ریاست کی تشکیل کرنے والے اخراجات کے اعداد و شمار بھی پوشیدہ ہیں۔ سوشل ڈیموکریٹس اور ترقی پسندوں نے اس کے جدیدیت کو مساوات اور ترقی کی علامت سمجھا ہے جبکہ فلاحی ریاست قومی سلامتی کے لیے خطرہ ہے۔[9]

فلاحی ریاست پر تنقید کرتے ہوئے John Clark لکھتے ہیں کہ

- فلاح و بہبود کی وضاحت کرنا بالکل غیر واضح اور مبہم اصطلاح ہے۔
- ان کے تحت کن پالیسیوں پر غور کیا جانا چاہیے۔
- فوجداری انصاف جو کم ہی ریاستی پالیسیوں میں شامل ہوتا ہے، کیا شامل ہے؟
- آمدنی کی منتقلی کے پروگرامز اور ان کی دوبارہ تقسیم۔
- عالمی سرمائے کے غلبے، مارکیٹ کے مسائل و تعلقات اور قوتوں نے فلاحی ریاستوں کے سماجی اور سیاسی مقاصد کو ماتحت کر دیا ہے۔[10]

1980ء میں ملٹن اور روز فریڈ امن کا دعوی ہے کہ سویت یونین ایک فوری خطرہ جسے امریکیوں نے سمجھا ہے لیکن یہ ہماری قومی سلامتی کے لیے حقیقی خطرہ نہیں ہے، اصل خطرہ فلاحی ریاست ہے۔[11]

فلاحی ریاست پر تنقید کرنے والوں کا مؤقف ہے کہ فلاحی ریاست کی وضاحت کرنا ہی مبہم ہے۔ اس کو بہت سے مسائل کا سامنا ہے۔ فلاحی ریاست بحران کا شکار ہے۔ یورپ میں ثقافتی اور نسلی تنوع فلاحی ریاست کے لیے خطرہ کا موجب ہے۔ اس کو سماجی تحفظ، بے روزگاری، پنشنرز اور بزرگ افراد کی تعداد میں اضافہ جیسے مسائل کا سامنا ہے۔ فلاح عامہ کی سہولیات میں اضافہ کے لیے ٹیکس کے دائرہ کار کو وسیع کیا جاتا ہے جس سے ٹیکس ادا کرنے والے طبقہ کے مالی بوجھ میں اضافہ ہوتا ہے۔ فلاحی ریاست میں مالی وسائل کم ہیں جب کہ اخراجات زیادہ ہیں۔ فلاحی ریاست معاشی طور پر غیر پائیدار ہے۔ یہ تصور قومی سلامتی کے لیے بھی خطرہ ہے۔

فلاحی ریاست کو جن اہم مسائل کا سامنا ہے ان میں سے چند اہم ذیل میں زیر بحث لائے گئے ہیں۔

1۔ عدم مساوات اور غربت کم کرنے میں ناکام:

یورپی ممالک میں 1960ء کے بعد سے خصوصاً 1980ء کے بعد سے فلاحی ریاست کی تصویر بدل گئی ہے۔ فلاحی ریاست کے اہم مقاصد میں معیار زندگی کو بلند کرنا، معاشرہ میں دولت کی منصفانہ تقسیم اور غربت کا خاتمہ کرنا شامل ہے۔ فلاحی ریاست پر تنقید کرنے والوں کا مؤقف ہے کہ اگرچہ اس کو بہت جوش سے پیش کیا جاتا ہے لیکن درحقیقت اپنے مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہی۔

Bent Grave فلاحی ریاست کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یورپی فلاحی ریاستیں درپیش تبدیلیوں اور چیلنجز سے متعلق سوالات کے گرد گھومتی ہیں۔ 1981ء میں فلاحی ریاست کے بحران کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ اس کو عالمگیریت، آبادیاتی تبدیلیوں اور تقسیم کے مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے لیکن ساتھ ہی وہ اس بات کو بھی زیر بحث لاتا ہے روزگار اور مساوات کے اہداف کو کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ریٹائرمنٹ کے مدعا پر باقاعدگی سے بحث کی جانی چاہیے۔[12] مزید لکھتے ہیں کہ بہت سے ماہر سماجیات، معاشیات اور جغرافیہ دانوں کے ہاں فلاحی ریاست کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دور میں فلاحی ریاست تھی اب لبرلزم، عالمگیریت، نیز مشینری دور ہے جنہوں نے پہلا سب کچھ ختم کر دیا ہے۔ فلاحی ریاست سے متعلق دس پندرہ سالوں میں کئی ممالک میں سوالات اٹھائے گئے ہیں جہاں پر عدم مساوات میں اضافہ ہوا ہے۔[13]

Bent Grav فلاحی ریاست کی ناکامی کے حوالے سے معاشی تفاوت کو زیر بحث لاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عالمگیریت کے اثرات مایوس کن ہیں۔ اس کی وجہ سے تیسری دنیا کے کچھ حصوں میں امیر و غریب اور قوموں کے درمیان معاشی مساوات بڑھ گئی ہے۔ اس میں بہت سے عوامل شامل ہیں:

- آبادی میں عمر رسیدہ افراد بڑھ گئے ہیں۔
- پینشن اور صحت کی دیکھ بھال کے نظام پر زیادہ مالی دباؤ بڑھ گیا ہے۔
- کم ہنر افراد میں اضافہ ہوا ہے۔
- مہارتیں بھی فلاحی ریاست کے نظام پر اثرات مرتب کر رہی ہیں۔
- آب وہوا میں تبدیلیاں، دہشت گردی، عالمی امراض و تعلیم وغیرہ۔[14]

مصنف لکھتا ہے کہ ہم اکیسویں صدی کی ترقی یافتہ مشینوں میں مساوات کے متحمل نہیں ہو سکتے، سماجی انصاف میں بہت سے سوالات شامل ہیں۔[15]

ڈاکٹر ناصر مجید لکھتے ہیں کہ عدم مساوات اور غربت کو کم کرنے میں فلاحی ریاستیں ناکام رہی ہیں۔ کیونکہ فنڈز میں کمی کی جارہی ہے اور بکھرے ہوئے خاندانی نظام کے اثرات واضح ہیں۔[16]

فلاحی ریاست پر تنقید کرنے والوں کا مؤقف ہے کہ فلاحی ریاستیں غربت کا خاتمہ کرنا اور معاشی تفاوت کو کم کرنے میں ناکام ہو چکی ہیں۔ اگر اسلامی فلاحی ریاست کو دیکھا جائے تو حکمران کی اولین ذمہ داری کفالت عامہ ہے۔ عدل اجتماعی کو یقینی بنایا جاتا ہے تا کہ معاشرے کے تمام افراد سرکاری پالیسیوں سے مستفید ہو سکیں۔ دوسری طرف دولت کی گردش کے ذرائع مثلاً زکوۃ اور صدقات، وراثت اور قرض حسنہ وغیرہ بتائے گئے ہیں جس سے معاشرہ میں دولت کی تقسیم ہوتی رہتی ہے۔ معاشی عدم مساوات کا مسئلہ شدت اختیار نہیں کرتا۔

اسلامی فلاحی ریاست میں بنیادی ضروریات زندگی مثلاً غذا، لباس، رہائش اور علاج معالجہ کی سہولیات بلا تخصیص فراہم کرنے کی ذمہ داری ریاست کی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا" جس بندے کو خدا نے کسی رعایا کا حکمران بنایا اور اس نے اس کے ساتھ پوری خیر خواہی نہ برتی تو وہ جنت کی خوشبو نہ پا سکے گا۔"[17] حکمران کا فرض ہے کہ اپنی عوام کے ساتھ نرمی سے پیش آئے، اپنی رعیت کی خیر خواہی کے لیے جدوجہد کرے اور ان کا استحصال نہ کرے۔ اس بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا": جو امام محتاجوں، غریبوں اور مسکینوں کے لیے اپنا دروازہ بند کر دیتا ہے ، اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاجت، غریبی اور مسکینی کے وقت آسمان کے دروازے بند کر دیتا ہے۔"[18] مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جو حکمران عوام کی فلاح وبہبود کا خیال نہیں رکھتا اور اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے سرانجام نہیں دیتا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے اور اس کا مقام جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔ اسلامی فلاحی مملکت میں افراد کی زندگی میں اس کی کفالت کا انتظام اور اس کے مرنے کے بعد بھی اُس کی جانب سے رہ جانے والی ذمہ داریوں کی ادائیگی ضروری قرار دی۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ "جو مقروض قرض ادا نہ کر سکے گا اس کا قرض ریاست (حکومت) ادا کرے گی۔"[19] نبی ﷺ سے تربیت یافتہ خلفائے راشدین نے اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے ادا فرمائیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے فرمایا:"(**(لو مات جمل ضياعاً على شط الفرات لخشيت ان يسالنى الله عنه**[20] اگر کوئی اونٹ ساحل فرات پر ضائع ہو کے مر جائے تو مجھے اندیشہ ہے کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ اس معاملے کی بھی باز پرس کرے گا۔))" آپؓ کی سب سے بڑی خواہش تھی کہ رعایا کا کوئی فرد اپنے آپ کو بے آسرا اور بے سہارا محسوس نہ کرے اور کسی کو عدم تحفظ کا احساس نہ ہو۔ خلفاء راشدین اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے بچوں، اپاہج اور معذوروں کے وظائف مقرر کر رکھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ " معلوم رہے بخدا! اگر میں زندہ رہ گیا تو اہل اعراق کی بیواؤں کو ایسا چھوڑوں گا کہ میرے بعد کسی امیر کی محتاج نہ رہیں۔"[21]

اسلامی فلاحی ریاست میں دولت کی منصفانہ تقسیم کے لیے دولت کمانے اور خرچ کرنے میں شریعت نے پابندیاں عائد کی ہیں۔ خرچ کرنے میں اسراف و تبذیر سے روکا گیا ہے۔ دولت کو غریبوں کی اعانت پر خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ**[22] اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس میں سے خرچ کرو جس میں اس نے تمہیں جانشین بنایا ہے.)

معیشت میں تفاوت فطری ہے۔ اس بارے میں ڈاکٹر محمود احمد غازی یوں بیان کرتے ہیں کہ انسانوں کے نظام کو کامیابی سے چلانے کے لیے یہ ناگزیر ہے۔ اسلامی معیشت میں مصنوعی تفاوت نہیں پیدا کرنا چاہیے، یعنی کوئی بہت امیر اور کوئی بہت غریب ہو۔ شریعت کی نگاہ میں ناپسندیدہ صورتحال ہے۔ جو طبقات معاشی طور پر کمزور ہیں ان کی کمزوری کو دور کرنا ریاست اسلامی کی ذمہ داری ہے۔[23] اسلامی فلاحی مملکت میں زکوٰۃ و عشر، خمس، صدقات، کفارات،، وراثت اور وصیت گردش دولت اور امداد باہمی کے اہم ذرائع ہیں۔ ارتکاز دولت کا خاتمہ قرآن کی معاشی پالیسی کا ایک اہم نکتہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:(كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ[24]، تاکہ تمھارے دولت مندوں کے ہاتھ ہی میں مال گردش کرتا نہ رہ جائے۔) زکوٰۃ کی ادائیگی امراء پر لازم کی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:وفِيْ امْوَا لِهِمْ حَق لِّلسِّا ئِلِ والْمَحْرُوم[25]، اور اُن کے مال میں مانگنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کا حق تھا۔)(وَالَّذِينَ فِيْ اَمْوَا لِهِمْ حَقّ مَّعلُوم لِّلسَّآ ئِلِ والْمَحْرُومِ[26]، اور جن کے مالوں میں مقررہ حصہ ہے مانگنے والوں کا بھی اور سوال سے بچنے والوں کا بھی۔) زکوٰۃ اور صدقات سے معاشرے کے نادار افراد کی ضروریات بطریق احسن پوری ہوتی رہیں اور ارتکاز دولت کا مسئلہ بھی جنم نہیں لیتا۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی کا مؤقف ہے کہ ریاست کے دفاع، فقر وفاقے کے خاتمے، بیماری اور جہالت کو دور کرنے کے لیے، عامۃ الناس کو لازمی اور ضروری سہولیات کی فراہمی کے لیے حکومت دولت مند طبقے سے مالی مطالبات کر سکتی ہے۔ جس کے لیے فقہاء کرام نے نوازل اور نوائب کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ وہ ہمیشہ حکومت کی پالیسی کا حصّہ رہے ہیں۔[27] ((ان فی المال حقا سوی الزكاة[28]، یقیناً مال میں زکوۃ کے سوا بھی حق (غیر متعین و غیر مستقل) ہے۔)) اسلامی ریاست میں بسنے والے افراد سے ایک دوسرے کے ساتھ اُخوت، احسان اور ایثار کے معاملہ کا تقاضا کیا جاتا ہے تاکہ افراد کی معاشی ضروریات پوری ہوتی رہیں، معاشرتی ناہمواریاں جنم نہ لیں اور معاشرہ بحیثیتِ مجموعی خوشحال رہے۔

پنشن اور صحت کے انتظامات کا بوجھ:

فلاحی ریاست پر تنقید کرنے والوں کا مؤقف ہے کہ فلاحی ریاست میں بے روزگار بوڑھے افراد کی بڑی تعداد اخرجات کو بڑھاتی ہے۔ فلاحی ریاست کے مسائل پر روشنی ڈالتے ہوئے Michael B Fabricant بیان کرتے ہیں کہ لیبر فورس میں بڑھتی ہوئی شرکت بے روزگاری میں اضافہ کا باعث ہے۔ پنشن اور صحت کی دیکھ بھال کے نظام پر زیادہ مالی دباؤ، فلاحی ریاست کے اثرات، سیاسی اور تعلیمی لحاظ سے ترقی اور روزگار پر متنازعہ ہیں۔ ٹیکسوں میں اضافہ سے معاشی ترقی اور روزگار میں اضافہ نہیں ہوتا جو کہ فلاح و بہبود میں نقصان کا باعث بنتا ہے۔ متوقع عمر میں اضافہ اور بوڑھوں کے تناسب میں اضافہ مسائل کا باعث ہے۔ ہمارا معاشرہ بحران کا شکار ہے۔ فلاحی ریاست کو متاثر کرنے میں لاگت پر قابو پانا اور نجکاری وغیرہ شامل ہے۔ سماجی خدمات کے ڈھانچے کی تبدیلی میں ریاست کی طرف سے کی گئیں کٹوتیاں بھی شامل ہیں۔ بچوں کی بہبود میں کمی، صحت عامہ میں کمی اور روزگار کے حصول میں کمی گزشتہ دو دہائیوں میں ہونے والے مسائل انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی ہیں۔[29]

عوامی پنشن کے اخراجات میں بھی اضافہ ہو رہا ہے، صحت کی دیکھ بھال کا نظام اور پنشن کا نظام فلاحی اصلاحات کی رفتار اور سمت کو متاثر کر رہا ہے۔ اسے اہم طویل مدتی سرمایہ کاری کی صورت میں دیکھ سکتے ہیں۔[30]

انسانی فلاح و بہبود کا پیمانہ ماپنے کے لیے بنیادی طور پر غربت کا کم ہونا کسی ریاست میں ایک اہم ہدف ہے۔ دوسرا طریقہ عدم مساوات کا خاتمہ اور تیسرا اہم مسئلہ صنفی مساوات کا خاتمہ ہے۔ پنشنرز کو حساب سے خارج کر دیا جانا چاہیے۔ ترقی اور روزگار بھی فلاحی ریاست میں متنازعہ ہیں۔ کیونکہ اس میں بڑھتے ہوئے اخراجات معاشی ترقی کو روکتے ہیں۔[31]

فلاحی ریاست میں پنشن اور صحت کی ذمہ داری حکومت کی ہے۔ اس نظام پر تنقید کرنے والوں کی رائے ہے کہ اس مد میں حکومتی اخراجات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ درحقیقت اس طبقہ کی دیکھ بھال ریاستوں کی ہی ذمہ داری ہونی چاہیے۔ اگر امراء پر اضافی ٹیکس لگائے کر ان کی ضروریات پوری کی جاسکتی ہیں۔ اس طرح سے دولت بھی گردش میں رہے گئی اور معاشی ناہمواریوں کے مسئلہ میں بھی اضافہ نہیں ہو گا۔

اسلامی فلاحی مملکت میں بوڑھوں اور ناداروں کی معاشی کفالت کا بھی انتظام کیا گیا۔ عہد صدیقی اور عہد عمرؓ میں غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ کیے گئے معاہدوں میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ کوئی ذمی اگر بوڑھا، اپاہج یا مفلس ہو جائے گا تو نہ صرف جزیہ کی ادائیگی سے بری کر دیا جائے گا بلکہ بیت المال اس کی کفالت کرے گا۔ ابو عبید القاسمؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک بوڑھے کے پاس سے گزرے جو بھیک مانگ رہا تھا، آپ نے اس کی تنگدستی کے پیش نظر بیت المال سے اس کا وظیفہ جاری کر دیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی فلاحی ریاست میں معاشرے کے نادار اور بوڑھے افراد کی دیکھ بھال کی ذمہ داری ریاست پر ہی عائد ہوتی ہے۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ بزرگ شہریوں کے لیے وظائف اور پنشن کا اجراء یقینی بنائے تا کہ ان کی ضروریات بطریقِ احسن پوری ہوتی رہیں۔

طلاق کی بلند شرح اور ازدواجی عدم استحکام:

فلاحی ریاست کی وجہ سے خاندانی بحران پیدا ہو رہے ہیں۔ Alexender Pacek Taxes لکھتا ہے کہ فلاحی ریاست کو دیگر چیزوں کے علاوہ طلاق کی بلند شرح اور ازدواجی عدم استحکام کے مظاہر میں کردار ادا کرنے کی دلیل دی جا رہی ہے۔ فلاحی ریاست کے آغاز میں کچھ وسیع پیمانے موجود تھے جیسے روزگار مہیا کرنا۔ لیکن 1990ء میں یہ بات شامل ہو گئی جیسے خاندانی ڈھانچہ بدلا کہ مرد اور خواتین دونوں کے لیے روزگار ، فن تعمیر اور گھرانوں میں کاموں کی تقسیم پر دوبارہ غور کی ضرورت ہے۔ اسی طرح فلاحی پالیسیوں میں شامل ذمہ داریوں ،مراعات، مقدار اور معیارات کے درمیان توازن کو برقرار رکھنے کے لیے غور کی ضرورت ہے۔[32]

عصر حاضر میں طلاق کی متعدد وجوہات ہیں جن میں سے خواتین کے معاشی طور پر خود مختار ہونے کو بھی زیر بحث لایا جاتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں خاندان کو اہمیت دی گئی ہے۔ زوجین کے حقوق اور فرائض کا تعین کیا گیا ہے تا کہ گھریلو ماحول پر سکون رہے اور معاشرتی استحکام رہے۔

ریاست مدینہ میں نبی ﷺ نے خواتین کو معاشرے میں باعزت مقام و مرتبہ عطا کیا، ان کے حقوق متعین کیے، ان کے لیے چند حدود مقرر کیں اور بعض کاموں میں رخصت عنایت فرمائی جن کی بدولت خواتین معاشرے میں پر سکون زندگی بسر کر سکتی ہیں۔ نبی ﷺ ازواج مطہرات کو اپنی ذات پر بھی ترجیح دیتے۔ غزوہ بنو لحیان میں جو 6ھ میں ہوا۔ عسفان سے واپس ہوتے نبی ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور آپ ﷺ نے سواری پر پیچھے اُم المؤمنین حضرت صفیہ بنت حییؓ کو بٹھایا ہوا تھا۔ اتفاق سے آپ کی اونٹنی پھسل گئی اور آپ دونوں گر گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پہلے عورت کی خبر لو"[33] نبی ﷺ نے فرمایا" جب تم کھانا کھاؤ اس کو بھی کھلاؤ اور جب خود لباس پہنو اس کو بھی پہناؤ اور چہرے پر نہ مارا کرو اور انہیں برا بھلا بھی نہ کہا کرو اور ان کو گھر کے سوا کسی جگہ چھوڑ کر نہ جاؤ۔"[34] تعلق زوج کی اہمیت کے پیش نظر قرآن حکیم نے میاں بیوی کو ایک دوسرے لباس قرار دیا ہے۔ خاوند کے لیے ضروری ہے کہ بیوی کے عزت و وقار کا خیال رکھے، حقوق کی ادائیگی میں رب تعالیٰ سے ڈرے اور ان کے حقوق پامال نہ کرے۔ اسی طرح سے عورت کے لیے بحیثیت زوجہ فرائض کا تعین کیا گیا ہے۔ بیوی کا فرض ہے کہ وہ اپنے خاوند کی اطاعت کرے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ "اگر کسی شخص کو حکم ہوتا کہ وہ کسی شخص کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔[35] اس حدیث سے شوہر کے مقام و مرتبہ کا احساس ہوتا ہے۔ بیوی کو چاہیے کہ اپنے شوہر کے ساتھ محبت اور شفقت والا رویہ رکھے۔ اپنے خاوند کی عزت کرئے اور خاوند کی غیر موجودگی میں اپنی عصمت کی حفاظت کرئے۔ عصر حاضر میں گھر میں بے سکونی کی کی ایک اہم وجہ عورت کی اطاعت و فرمانبرداری کی بجائے خاوند کے ساتھ مقابلہ بازی ہے۔ دونوں فریقین صبر و تحمل اور عفو درگزر کا مظاہرہ کریں تو گھر کا ماحول پر سکون رہتا ہے اور طلاق تک نوبت نہیں آتی۔

متفرق مسائل:

فلاحی ریاست کی تبدیلی کی ہیت یا دائرہ کار پر مختلف آراء موجود ہیں۔

- فلاحی ریاست کے سائز کو ماپنے میں مشکلات۔

- اس کے اندر تبدیلی کے دائرہ کار کا اندازہ لگانے میں مشکلات۔

فلاحی ریاست کی ذمہ داریوں میں اختلاف کے بارے میں Jochen clase and Nico کا مؤقف ہے کہ چونکہ آزاد منڈی پر یقین رکھنے والے سماجی حقوق اور ٹیکس کو مارکیٹ کے کیے خطرہ خیال کرتے ہیں اس لیے اعلیٰ روزگار کے حصول کو ضروری خیال کرتے ہیں۔[36] مارکیٹس اس سے بے نیاز ہیں کہ وہ مساوات اور فلاح و بہبود کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ فلاحی ریاست پسپائی کا شکار ہے۔ سویڈن سے جرمنی، یوکے تک یہ ڈی کیموڈیفکیشن کے خیال سے ختم ہو گئی ہے۔[37] الغرض یورپی فلاحی ریاستیں بہت سے مسائل کا شکار ہیں۔

- ہنر مندی پر مبنی تکنیکی تبدیلیاں
- عالمگیریت
- تفاوت آمدنی
- پنشنز اور تعلیم پر عوامی اخراجات
- عمر رسیدہ افراد کے انتظامات پر خرچہ
- بے روزگاری، بیماری، معذوری، بڑھاپا اور قبل از وقت ریٹائرمنت کے مسائل کا حل۔

اس کے علاوہ نئے سماجی خطرات میں سے والدین کی معاونت میں کمی، خاندانی ڈھانچہ میں توڑ پھوڑ اور مہارت میں کمی جو کہ بعد میں کئی مسائل کو بڑھا دیتے ہیں۔

فلاحی ریاست انحصار کو بڑھا دیتی ہے جو کہ فطرت کے قانون سے انحراف ہے۔ سماجی اخرجات کے ساتھ سماجی سرمایہ کاری کی ضرورت ہے۔ Advice Welfare State کی بجائے Social Investment State کو ترجیح دینی چاہیے۔[38]

عصری فلاحی ریاست کے تصور پر مختلف تنقیدات کی گئی ہیں جن میں معاشی اور سیاسی دباؤ، آبادی کے لحاظ سے تبدیلیاں، بین الاقوامی نقل و حمل، معاشی کشمکش، مسلسل بے روزگاری، کاروباری طبقہ پر فلاحی کاموں کے انتظام کے لیے ٹیکسوں میں اضافہ، معاشی عدم مساوات میں اضافہ، غربت کو کم کرنے میں ناکامی، خاندانی عدم استحکام، بزرگوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اور فلاحی ریاستوں پر پنشن کا بوجھ وغیرہ شامل ہے۔ اسلام کا فلاحی ریاست کا نظام متوازن اور معاشرے کے تمام طبقوں کے معاشی حقوق کے تحفظ پر مبنی ہے۔ اسلام میں معاشرے کے افراد کی تعلیم و تربیت اور روزگار کی فراہمی کی ذمہ داری ریاست پر ہی عائد ہوتی ہے۔ اسلام میں گردش دولت کے لیے زکوٰۃ اور نفلی صدقات کی ترغیبات ہیں جس سے معاشی تفاوت جنم نہیں لیتا اور غریب طبقہ مستفید ہوتا رہتا ہے۔ نیز بزرگ شہریوں کے حقوق کا تحفظ ریاستی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ معیشت کے علاوہ اسلام خاندانی نظام کو بھی اہمیت دیتا ہے۔ حقوق زوجین کا تعین کیا گیا ہے تاکہ گھر کا ماحول پر سکون رہے۔ غرضا سلامی فلاحی ریاست عوام کی معاشی خوشحالی کے لیے اقدامات کرتی ہے تاکہ افراد پر وقار زندگی بسر کر سکیں۔ معاشرتی نظام کو اہمیت دی جاتی ہے تاکہ افراد ذہنی طور پر بھی پر سکون رہ کر معاشرے کے فعال رکن بن سکیں۔

حوالہ جات

[1] Anderson Jorgan Goal, Welfare States and Welfare State Theory (Denmark: Centre for Comparative Welfare Studies, Institute for Økonomi, Politik og Forvaltning, Aalborg Universitet),4-5; retrieved 5 June 2024 https://vbn.aau.dk/ws/portalfiles/portal/72613349/80_2012_J_rgen_Goul_Andersen.pdf

[2] Kelsey J.O Lonnor, Happiness and Welfare State Policy around the World, Review of Behavioral Economics,2017,4(4), pp. 397- 420

[3] Anton c. Zijdesveld, The Waning of the Welfare State, (New York: Routledge, 1999, Ed. 1st) 1-10

[4] Abu Sayem, Md & Naerul Edwin Kiky Aprianto, Perspective on the Islamic Welfare State, The Goal of Economics Development Justice, El-Jizya: Journal Ekonimi Islam, (2023) Vol.11-1, 104.

[5] Daniel Shapiro, Is the Welfare Justified?, (New York: Cambridge University Press) 2007, 25

[6] Anderson Jorgan Goal, Welfare States and Welfare State Theory, 45.

[7] Hansjorg Schmid, Islamic Social Work Within the Welfare System: Observation from the German Case, (Edited: Hansjörg Schmid & Amir Sheikhzadegan, Exploring Islamic Social Work Between Community and the Common Good), Springer, 2002, 103, retrieved on 30 June 2025, https://link.springer.com/chapter/10.1007/978-3-030-95880-0_6

[8] A. Lans Bovenberg & Bas Jacobs, Introduction: Reinventing the Welfare State, (International Tax and Public Finance),15-1, 2008, 1-4

[9] Bent Grave, The Future of the Welfare State, Europe and Global Perspective, (Aldershot: Ashgate) Ed. 1st, 2006, 10-12

[10] John Clark, The End of the Welfare State the Challenges of Deconstruction and Reconstruction, edited: Philipp Sandermann, The End of Welfare as We Know It? Continuity and Change in Western Welfare State Settings and Practices, (Germany: Verlag Barbara Budrich), 2014, Ed. 1st, 24

[11] Ibid, 3-6.

[12] Bent Grave, Introduction the Social Political and States Economic Future of the European Welfare States, 1-5.

[13] Ibid, 10-12

[14] Ibid, 3-4

[15] Gosta Esping Anderson,Towards the Good Society Once Again, 1-3

[16] Nasir Majeed, Concept of Welfare State in Islam and in Western States A Comparative Study, Afkar Research Journal, 2019, Vol. 3-2, 2

[17] ۔ا البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، (الریاض: دارالسلام)، 1999ء، حدیث نمبر: 7150

[18] الترمذی ،الجامع ،ابو اب الاحکام،باب ما جاءفی امام الر عیة، حدیث نمبر : 1332

[19] ۔ السجستانی، ابو داؤد، سلیمان بن اشعث بن اسحاق، السنن، کتاب البیوع، باب فی تشدیدفی الدین،(الریاض: دارالسلام) ، ط ۔ الاولی، 1999ء، حدیث نمبر: 3343

[20] ابو جعفر محمد بن جریرالطّبری ، تاریخ الامم والملوک (بیروت:دارالکتب العلمیة، ط۔الثانیة،2003ء)،241/2.

[21] ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم ، کتاب الخراج، بیروت (لبنان):دارالمعرفة ، 37

[22]الحدید:57:7

[23]محمود احمدغازی ،محاضرات معیشت و تجارت،(لاہور:الفیصل ناشران و کتب)، 2010ء ، 29

[24]الحشر59: 7

[25]الذریت 51: 19

[26]المعارج70: 25-24

[27] محاضرات معیشت و تجارت ، 38

[28]الترمذی ، الجامع /السنن، ابواب الزکاۃ، باب ما جاء ان فی المال حقا سوی الزکاۃ،حدیث نمبر :660

[29] Michael Fabricant & Steve F. Burghardt, (New York: The Welfare State Crises and the Transformation of Social work, Routledge), 1992, Ed. 1s, 9-15.

[30] Jochen Clausen and Nico A.Siegel, Comparative Welfare State Analysis and the Dependent Variable Problem, Edited: Jochen Clausen and Nico A.Siegel, Investigating Welfare State Change: The Dependent Variable Problem in Comparative Welfare State Research, (UK:Edward Elgar Publishing Limited) 2008, 3-6.

[31]Evelyen Huber and John D.Stephens, Welfare States and the Economy, Edited: Forthcoming in Neil J. Smelser and Richard Swedberg, The Handbook of Economic Sociology, (UK: Russell Sage Foundation), 2005, Ed. 2nd, 1-11.

[32] Alexender Pacek & Benjamin Freeman, The Welfare State and Quality of Life A Cross-National Analysis, Applied Research in Quality of Life, 2003,19-1, 9

[33]البخاری ، الجامع الصحیح ، کتاب الجہاد والسیر، باب ما یقول اذارجع من الغزو ، حدیث نمبر:3085

[34]ابو داؤد ،السنن،کتاب النکاح،باب فی حق المرأۃ علی زوجھا،حدیث نمبر:2142

[35]الترمذی، الجامع، ،کتاب الر ضاع،باب ما جاء فی الزوج علی المرأۃ ،حدیث نمبر:1159

[36]Jochen Clausen and Nico A.Siegel, Comparative Welfare State Analysis and the Dependent Variable Problem, 8-12

[37]Alexender Pacek & Benjamin Freeman, The Welfare State and Quality of Life a Cross-National Analysis, 2-17.

[38] Gosta Espring Anderson, Why We Need a New Welfare State, (UK: Oxford University Press), 2002, 4-5.